فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

اور پشتو میں ہمارے رحمان بابا فرماتے ہیں: چه دهجران هسے سختی لری رحمانه

لا پخوا تر هغے دمه ولی نه مرم ("الحق"، ج۴۹، ش۴، ۵،ص ۳۹)

یہاں پر ایک لطیفہ عرض کرتا چلوں ، فانؔی مرحوم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں ہمیشہ اپنے سرہانے پر قلم وقرطاس ضرور رکھتا ہوں ، ایک مرتبہ اہلیہ نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ رات کے کسی بھی وقت اشعار کا ''ورود'' ہوسکتا ہے، اگر فوراً انہیں قلم بند نہ کرلوں تو ذہن سے محو ہوجاتے ہیں۔

آخر میں حضرت فانی کے کلام سے اپنے پسندیدہ اشعار نقل کررہا ہوں جو نہ صرف قارئین کے ذوق کی تسکین کریں گے بلکہ ان کے مطالعہ سے شاعری میں فانؔی مرحوم کے مقام کا اندازہ بھی ہوجائے گا۔

جمیل و نازنین تم ہو حسینوں کے حسیں تم ہو
اجالے جس سے پھوٹے ہیں وہ مہتاب جبیں تم ہو

....

طعنہ ہائے گمرہی ہم سہ رہے تھے رات دن
رہ پر جب آگئے تو رہنما کوئی نہ تھا

....

ان کے ہاں فانؔی ذرا دیکھو بھی اپنا اعتبار
آہ کھینچی ہے کسی نے، تجھ پہ ہی الزام ہے

....

زاہدا تم نے چکھا ہے زہد و طاعت کا مزا
لذت جرمِ محبت ہم گنہ گاروں سے پوچھ

....

ہرکوئی کہتا ہے وہ معصوم صورت دیکھ کر
یہ فرشتہ ہے کوئی یہ شکل انسانی نہیں

....

اپنی قسمت سے گلہ تھا ان سے کچھ شکوہ نہ تھا
اس حسیں پیکر نے میرے عشق کو سمجھا نہ تھا

....

جناب حمد اللہ یوسفزئی *

تخلیق کار، ادیب و شاعر

26 فروری کو حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی اس فانی دنیا سے رحلت کر گئے بلاشبہ آپ عصر حاضر کے ایک جید عالم، مستند مدرس، مورخ، سوانح نگار، مرثیہ نگار اور ایک کہنہ مشق شاعر اور ادیب تھے اس پر مستزاد آپ ایک جی دار، مخلص، مرنجان مرنج، محفل آراء اور درد دل رکھنے والے انسان تھے۔ آپ کے والد صاحب مولانا عبدالحلیمؒ اپنے وقت کے مشہور و معروف عالم اور صوفی بزرگ تھے دارالعلوم حقانیہ میں کئی سال تک صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں' آپ کے والد آپ کو لڑکپن میں دارالعلوم حقانیہ لے آئے۔ اور آپ یہی کے ہو کر رہے۔ یہاں مروجہ علوم حاصل کئے اور یہاں سے مدرس کی حیثیت سے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا، تین عشروں سے زیادہ عرصے تک آپ درس و تدریس سے منسلک رہے۔ آپ نے ایک مدرس کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں انتہائی احسن طریقے سے نبھالیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ آپ سے نسبت تلمذ پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

تصنیف و تالیف: بحیثیت مصنف، مؤلف، اور مضمون نگار یقیناً آپ نے اس خطے میں صدیوں سے رقم و تحریر میں موجود کمی کو پوری کرنے میں اپنا مقدور بھر حصہ ڈالا۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف تھے۔ آپ جس موضوع پر قلم اٹھاتے اس کا پورا پورا حق ادا کرتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کے شعبے میں اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے۔ تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا الفاظ آپ کے مطیع ہیں خود بخود آپ کی جھولی میں آ گر رہے ہیں اور آپ ان الفاظ کو اپنی تحریر میں موتیوں کی طرح جڑ رہے ہیں آپ کی علمی تصانیف میں دروس الکافیہ، العیون الصافیہ اور افادات حلیم شامل ہیں۔ سوانح نگاری میں حیات صدر المدرسین، حیات شیخ القرآن قابل ذکر ہیں، اردو شاعری میں نالۂ زار، داغہائے فراق اور پشتو شاعری میں ''ازغی دتمنا، ویرژن تصورات، بے شانه غم، شاهين د تخيل، بیا دردونه په خندا دی، دنیا دَ احساساتو، سو گیلے مے زڑگے غواڑی'' شامل ہیں۔

شاعری: آپ ایک کہنہ مشق شاعر تھے چونکہ آپ ایک حساس اور درد دل رکھنے والے انسان تھے اسلئے

---

* شاہ منصور، صوابی

مسلمانوں کے موجودہ دور میں زبوں حالی، سماجی ناانصافی، معاشرہ میں بے راہ روی اور بگاڑ، خاندانی نظام کی تنزلی، اقربا پروری اور دیگر مضرات کو نہ صرف اپنا دل بینا سے محسوس کرتے، بلکہ اس کا رونا بھی روتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں جہاں بحیثیت ایک عالم خوف خدا کا درس، عشق رسول سے سرشاری، دین کی رسی سے مضبوط بندھن، اسلاف کے نقش قدم پر چلنا اور مکمل اسلامی تعلیمات سے اپنے آپ کو متصف کرنا شامل ہیں تو وہاں اس دور پرفتن میں زندگی گزارنے اور اس میں موجود ناہمواریوں کو محسوس کرنا اور خود اپنی زندگی کے نشیب وفراز اور ابتلاء ہائے کی وجہ سے آپ کی شاعری میں دردوالم اور دنیا کی بے ثباتی کی جھلک نمایاں ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو آپ کی شاعری پر ایسا گمان پڑتا ہے کہ آپ کی شاعری کا مرکزی موضوع ہی دردوالم ہے۔

سوانح نگاری: مولانا مرحوم سوانح نگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ نے بہت سے نابعہ روزگار شخصیات کی حیات اور کارہائے نمایاں پر بہت سے مضامین تحریر کئے ہیں۔ جومختلف رسائل اور جرائد میں بکھرے پڑے ہیں، سوانح نگاری میں ''حیات صدرالمدرسین'' اور ''حیات شیخ القرآن'' آپ کی حیات میں منظر عام پر آچکی تھیں۔حیات صدرالمدرسین میں آپ نے اپنے والد مولانا عبدالحلیمؒ کی زندگی، دینی خدمات، ان کے اساتذہ تلامذہ کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔اسی طرح حیات شیخ القرآن میں اپنے استاد حضرت مولانا عبدالہادی المعروف شاہ منصور باباجی کی 60 سالہ دینی خدمات کو پیش کیا ہے آپ نے 1976ء میں شاہ منصور میں آپ سے دورہ تفسیر پڑھا تھا اوران دنوں علم میراث میں حضرت مولانا شیخ شمس الہادیؒ سے استفادہ کیا تھا

مرثیہ نگاری: بلاشبہ آپ خیبر پختونخوا کے عظیم اور منفرد مرثیہ نگار تھے مرثیہ نگاری میں شاید اس خطے میں کوئی آپ کا ہم پلہ ہو، آپ نے اپنے دور کے اکثر علماء، مشاہیر اور اساتذہ کرام پر مرثیے لکھے ہیں، آپ جب کسی مرحوم پر قلم اٹھاتے تو مرحوم اور اس کے کارہائے نمایاں کو مجسم انداز میں قاری کے سامنے پیش کرتے اور جب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے اور اس کی رحلت پر ماتم کناں ہوتے تو قاری کو رلانے پر مجبور کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مرثیہ نگاری کو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونی ملک میں وہ پذیرائی اور شہرت حاصل ہے جو کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہے۔ بلامبالغہ آپ انیس اور مرزا، دبیر کے پائے کے مرثیہ نگار تھے۔آپکے مرثیے وقتاً فوقتاً مختلف رسائل جرائد اور اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔مولانا مرحوم کے غیر مطبوعہ مضامین اور مرثیے اکٹھے کرنا اور کتابی صورت میں شامل کرنا ضروری امر ہے تاکہ اس طرح یہ محفوظ و مامون بن سکے۔اور آئندہ نسلیں اس سے بہرور ہوسکیں۔

مورخ: حضرت مولانا مرحوم نے صرف اپنے آبائی ضلع صوابی اور خیبر پختونخوااور پختونو کی تاریخ سے حددرجہ واقفیت رکھتے تھے بلکہ آپ قدیم تہذیبوں اور مذاہب کی تاریخ سے بھی پوری طرح آشنا تھے۔اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک تمام اسلامی تحریکوں اور بالخصوص برصغیر کے علماء ومشائخ اور صوفیانہ کام کی تاریخ تو گویا ازبر تھی۔

دینی مدارس کی تاریخ اور روزمرہ معلومات سے باخبر رہے۔سیاسی تحریکوں سے بھی شناسا تھے آپ کو پشتو، عربی، فارسی اور اردو شاعری اور ادب کی تاریخ پر بھی کافی عبور حاصل تھا۔اس لئے جب آپ کسی مجلس میں تاریخ پر بولتے تو سامعین کی خواہش ہوتی کہ آپ بولتے رہے اور ہم سنتے رہے۔

خطابت: حضرت مولانا ابراہیم فانی ؒ خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے فن خطابت میں یدطولیٰ رکھتے۔آپ کا انداز بیان انتہائی دلکش جامع اور پراثر ہوا کرتا۔اپنی شیریں زبانی سے تقریر کے حسن کو دوبالا کرتے۔آپ ایک بلند پایہ عالم، مصنف ادیب، شاعر اور محسوس کرنے والے انسان تھے۔اس لئے اپنی تقریر کو ادیبانہ واقعات، اشعار اور لطائف سے مزین کرتے۔آپ کسی بھی موضوع پر جب بولنے کے لئے اٹھتے تو ایسے دلکش، فصیح، وبلیغ اور میٹھے انداز میں تقریر کرتے کہ ایک ایک بات کو سامعین کے ذہن میں بٹھاتے۔آپ کی تقریر میں سامعین بوریت کا شکار نہیں ہوتے۔ بلکہ سامعین مزید سننے کی خواہش رکھتے۔تقریر میں جہاں دلائل کی ضرورت محسوس ہوتی آپ قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ سے دلائل کے انبار لگاتے۔غرض یہ کہ فن تقریر کی باریکیوں سے خوب واقف تھے۔

بے شک آپ ایک متحرک، فعال، جی دار اور عملی جدوجہد سے سرشار انسان تھے آپ کی ساری زندگی علوم نبوی کی آبیاری کرتے ہوئے گزری۔آپ نے کبھی دنیاوی اختر بختر کو اہمیت نہ دی۔گوکہ آپ دنیا زندگی میں ہمیشہ تہی دامن رہے لیکن آپ نے کبھی دنیاوی تہہ دامنی کو دینی مال ومتاع پر غالب نہیں آنے دیا۔بلکہ آپ ہمیشہ دینی مال ومتاع کو سینے سے لگا کر صبر ورضا اور شکر کے پیکر بنے رہے۔حرف شکایت کبھی زبان پر نہیں لائی اور راہِ استقلال میں نمونہ اسلاف بنے رہے اور خودی خودداری اور فقر میں ہمیشہ اکابرین کی راہ پر گامزن رہے جب کسی محفل میں وارد ہوتے تو جلد ہی اپنی شیریں زبانی، کی بدولت میر محفل بن جاتے۔آبائی مٹی سے محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اپنے والد محترم پر لکھی گئی کتاب ''حیات صدرالمدرسین'' میں ''زروبی'' کے عنوان سے شامل نظم سے ملتا ہے۔جس میں آپ نے اپنے جنم بھومی کے ذرے ذرے کو والہانہ انداز میں خراج عقیدت پیش کی ہے آپ سے اساتذہ سے عشق کرنے والے انسان تھے۔جب راقم اور مولانا اعزازالحق صاحب ''تذکرہ حضرات شیخین'' کی تدوین کے سلسلے میں دارالعلوم حقانیہ جاتے تو کمزوری اور بیماری کے باوجود عزیزم بابر حنیف کے دفتر میں ہماری آمد سے پہلے موجود ہوتے اور ہماری رہنمائی فرماتے۔

آج حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی بظاہر فانی تخلص ہم سے بچھڑ گئے لیکن وہ اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گے۔بقول معروف نقاد اور ادیب نورالامین یوسفزئی کہ تخلیق کار کبھی نہیں مرتا وہ اپنے فن پاروں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ ہوتا ہے

☆ ☆ ☆

مولوی رحمت اللہ متقی *

ایک جانباز مدبّر سے ہوا خالی جہاں

آج ہر آنکھ میں آنسو ہیں شراروں کی طرح
کیا صدمہ ہے کہ ہر روح مغموم ہوئی
ایک جانباز مدبّر سے ہوا خالی جہاں
پھر سے دنیا کسی انسان سے محروم ہوئی

موتُ العالِم، موتُ العالَم!

فانؔی صاحب کی دل نشین عظمت، آپ کی جلالتِ شان، آپ کے پُرکشش اخلاق، آپ کی بے ریا للّٰہیت، آپ کی فنائیت فی اللہ کے عظیم مظاہر، آنکھوں کے سامنے اپنی پوری رعنائی اور آب وتاب کے ساتھ گھوم رہے تھے۔ ہم طالب علم لوگ، جس روحانیت کے پیکر اور تروتازہ شجرِ سایہ دار کی پُرسکون چھاؤں میں بیٹھ کر دنیا کی تمام تھکاوٹیں اور پریشانیاں بھول جاتے تھے اور دل اتنا خوش ہوجاتا تھا، جیسے ہمیں دنیا کی سب سے بڑی خوشی مل گئی ہو... آج وہ شجر رہا اور نہ ہی اس شجر کا سایہ ہی کہیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہم، جن کی قرآن وحدیث کی پُرکیف لذت سے لبریز مترنم آواز پر ہمہ تن گوش ہوجایا کرتے تھے، آج وہ مسرور کن زمزمے ہم سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ وہ آواز اب ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی ہے۔ حضرت استاذ نور اللہ مرقدہ ان شخصیات میں سے تھے، جنہوں نے اپنی ساری زندگی دین مبین کے لیے وقف کر دی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جتنی عظیم صلاحتیں ودیعت فرما رکھی تھیں، انہوں نے وہ اللہ ہی کے راستے میں ایسے زبردست طریقے سے استعمال کیں ہیں کہ اس طرزِ حیات کو دیکھ کر بے ساختہ رشک سا آتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیارے اللہ کی رضا کے واسطے دنیا کو چھوڑ رکھا تھا، اسی لیے میرا وجدان کہتا ہے: ان کی پُرسکون حیاتِ مستعار کا یہ ایک بہت بڑا راز تھا کہ خدا ہر تقدیر سے پہلے اُن سے پوچھا کرتا تھا...''اے میرے بندے! بتا تیری رضا کیا ہے؟؟؟''

---

* شریک دورہ حدیث، دارالعلوم حقانیہ rehmatkhan_313@yahoo.com

حضرت صدر صاحب نے اپنے خونی بیٹے اور مستقبل کے ہمارے روحانی استاذ مولانا 'محمد ابراہیم صاحب' کو اپنے فنا فی اللہ کے رنگ میں رنگ دینے والی اور 'اسوۂ حسنہ' کہلائے جانے کے لائق ایسی قابلِ تقلید پرورش کی کہ: الحمدللہ! فانیؔ صاحب کی موجودگی میں صدر صاحب کی کمی محسوس نہیں کی جاتی تھی۔ جب سے فانیؔ صاحب نے دارالعلوم حقانیہ میں حفظِ قرآن کریم اور ابتدائی درسی اسباق کے لیے داخلہ لیا، تب سے ہی وہ حقانیہ کے ہوکر رہ گئے تھے۔ چناں چہ استاذ جی نے تمام اسباق دارالعلوم حقانیہ ہی میں پڑھے ہیں۔ مروّجہ تعلیمی نظام سے فراغت کے اگلے ہی سال دارالعلوم حقانیہ میں بہ طور مدرس مقرر ہوگئے اور تاحیات جامعہ ہذا میں درس و تدریس کا سلسلہ بلا ناغہ جاری رکھا۔ استاذ جی اپنے مزاج کے مطابق بذاتِ خود پڑھنے اور پڑھانے کا بہت شوق اپنے دل کے نہاں خانوں میں رکھتے تھے۔ اپنے آخری ایامِ حیات میں بسترِ مرگ پر لیٹے ہوئے جب علمی شوق نے تڑپایا اور تعلیمی دُھن نے ستایا، تو علم و عمل کے پاکیزہ جذبات کی رَو میں بہتے ہوئے قسم کھا کر بندہ سے اپنی غالب خواہش کا تذکرہ فرمانے لگے کہ: ''ارے رحمت خان! اگر میں خدائے ذوالجلال سے صحتِ عاجلہ و کاملہ کی دعا مانگتا ہوں، تو صرف اس لیے کہ میں درس گاہ تک جا کر مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سبق پڑھاؤں۔ بس! یہ میرے لیے بہت بڑی غنیمت ہے۔''

ہم طلباء اِس بات کو تمام سکہ رائج الوقت موضوعات پر استاذ جی کی وسیع دست رس ہی کہتے ہیں کہ طلباء اکثر آپ رحمہ اللہ سے مختلف موضوعات پر جان دار اور قولِ فیصل کی حیثیت کا حامل کلام فرمانے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ چناں چہ امسال بھی جب علم کی شدید لگن رکھنے والے طلباء نے قادیانیوں کے حوالے سے بہتر سے بہتر مدلل علم کے حصول کے لیے استاذ جی رحمہ اللہ سے اپنی تمنائے علم کا اظہار کیا، تو ہمارے ممدوح استاذ صاحب رحمہ اللہ کی رواں زبان سے علم کا ایک آبشار بہنے لگ گیا۔ میں اپنے ذاتی حوالے سے یہ کہنا چاہوں گا کہ اُس دن دورۂ حدیث کی درس گاہ میں ایک عجیب ساماں بند گیا تھا۔ نصف گھنٹے کے مختصر سے دورانیے میں استاذ جی نے اسلام و پاکستان کے پیدائشی دشمن قادیانیوں کی مذموم ریشہ دوانیوں کی خوف ناک حقیقت کچھ اس انداز میں واضح فرمائی کہ آج تک قادیانی پروپیگنڈے کو کثیر مطالعے کے باوجود نہیں سمجھ پایا تھا۔

استاذ جی نے جہاں تدریسی خدمات بھرپور طریقے سے انجام دی ہیں، وہاں استاذ محترم ایک زبردست مصنف بھی تھے۔ اردو، پشتو اور فارسی میں آپ رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر بے حد قیمتی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ عوام و خواص میں بہ حیثیت ایک قابلِ قدر اور معاشرے کی نبض شناس مصنف کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ استاذ جی کی 13 تصانیف اور تالیفات اب تک موجود ہیں اور کئی گراں مرتبت کتب پر ابھی کام جاری ہے۔

استاذ جی فانیؔ صاحب رحمہ اللہ کو شعر و شاعری سے بہت دل چسپی تھی۔ چناں چہ استاذ جی کی اکثر کتابیں فی البدیہہ اور بے ساختہ انقلابی، خیال انگیز اور فکر خیز شعر و شاعری ہی کی ہیں۔ شعر و ادب سے خصوصی لگاؤ بھی استاذ جی

کے صاف ستھرے مزاج کا ایک انوکھا و دل فریب حصہ تھا۔استاذ جی شعراء کے حلقے میں، موت کے بعد والی زندگی کی طرف 'خاموش اشارے' کی حیثیت رکھنے والے شعری نام ''فانؔی'' کے تخلص سے جانے جاتے تھے۔آپ زمانۂ طالب علمی ہی سے اردو، عربی، پشتو اور فارسی زبان میں اپنا اظہارِ مافی الضمیر اشعار کی صورت فرمایا کرتے تھے۔کوئی بھی شخص آپ کے زرخیز دماغ کی سوہنی دھرتی میں جنم لینے والے درخشاں اشعار پڑھ کر ہی اندازہ کرسکتا ہے کہ ان میں کتنی سلاست، روانگی اور پُرکیف معنویت پائی جاتی ہے۔آپ رحمہ اللہ کے شاہکار مضامین اور دل دار، اشعار مختلف زبانوں میں زمانۂ طالبعلمی ہی سے اب تک اندرون و بیرون ملک کے مؤقر اخبارات و جرائد کے وقار، مرتبے اور زینت میں اضافے کا سبب بنتے چلے آرہے ہیں۔چار زبانوں میں نہ صرف عبور رکھنا، بلکہ دنیائے شعروسخن کی زمین میں اپنا باذوق شعری گھوڑا سرپٹ دوڑانا، استاذ جی فانؔی صاحب رحمہ اللہ ہی کی وہ خصوصیت تھی، جو انہیں اللہ رب العزت کی طرف بہ طور عطیہ عنایت فرمائی گئی تھی۔شاعری میں استاذ جی کی پسندیدہ شخصیات: اردو و فارسی کے علامہ اقبال اور پشتو کے رحمان بابا تھیں۔وہ اپنے آپ کو رحمان بابا اور علامہ محمد اقبال کا روحانی بیٹا باور کیا کرتے تھے۔

رحمان بابا اور علامہ اقبال رَحِمَہُمَا اللّٰہُ کے سیکڑوں اشعار آپ کی نوکِ زباں پر ہردم مچلتے رہتے تھے۔ چناں چہ جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا، تو استاذ جی اپنے مخصوص طرزِ سخن میں ان کی مدح...ایسی شخصیات کے رُوپ میں فرمایا کرتے تھے، جو اپنے فن میں کمال رکھنے کے باوصف اپنے چاہنے والوں کے دلوں پر حکمرانی کیا کرتی ہیں۔

استاذ جی نوراللہ مرقدہ تاریخ سے بھی بہت دل چسپی رکھتے تھے۔آپ ایک بہت ہی اچھے تاریخ دان بھی تھے۔یہی وجہ رہی ہے کہ استاذ جی کے اشعار کا کثیر حصہ... ہماری تاریخ پر مشتمل ہے۔آپ کو اپنے اکابرین سے دلی وابستگی اور محبت... والہانہ عشق کی حد تک تھا۔استاذ جی کی بے تکلف مجلس میں اکابر دیوبند کا بھی بہت تذکرہ رہتا تھا اور نادر و نایاب معلومات کا ایک وسیع دریا بہتا رہتا تھا۔اردو، عربی، فارسی اور پشتو زبان میں دیوبند اور اکابر دیوبند پر استاذ جی نے بہت زیادہ نظمیں، اشعار اور مرثیے کہہ رکھے ہیں۔

فانؔی صاحب کے شاگرد اور خادمِ خاص برادرم مفتی شوکت علی حقانی صاحب، جو اکثر سفر میں استاذ جی کے ہم راہ رہا کرتے تھے، تذکرہ فرماتے ہیں کہ: ''استاذ جی بار بار یہ ارادہ فرماتے اور ان کی دیرینہ تمنا تھی کہ دنیا بالخصوص ہندوستان اور پاکستان میں جہاں جہاں اکابر مدفون ہیں...ان کی قبروں پر حاضری دوں گا۔''

استاذ جی نے اپنی پُرنور حیاتِ مستعار میں اگرچہ ایک بار حج کیا تھا، مگر خانۂ خدا کی زیارت کا شوق اور اُلفتِ مصطفیٰ کی تمازت کا سرور، اُن کے سینۂ مبارک میں پنہاں ہونے کی وجہ سے وہ بار بار سرزمینِ حجاز جانا اپنے لیے دنیا و مافیہا کی انمول نعمتوں سے بھی زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔یقیناً یہ فانؔی صاحب کے عشقِ رسول کی وہ موجیں ہیں، جو اُچھل اچھل کر ساحلِ مدینہ کو بوسہ دینے کے لیے بے تاب اور مضطرب رہتی تھیں۔آپ نے اِسی محبت و چاہت

کے چمنِ پُر بہار میں بیٹھ کر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سیکڑوں نعتیں لکھیں ہیں۔ ہسپتال میں استاذ جی نے مجھے بتایا کہ: ''میں آپ کو تحدیث بالنعمت کے طور پر بتاتا ہوں کہ میں نے گزشتہ رمضان المبارک کی پاک ساعتوں میں 360000 بار درود شریف کا ورد کیا ہے۔ اور اب بیماری کے دوران بھی اطمینانِ نفس کی خاطر... وردِ زباں ،درود پاک ہی کو بنا رکھا ہے۔ اس بستر پر لیٹ کر اب تک میں نے 10000 مرتبہ درود شریف پڑھا ہے۔'' استاذ جی کا سفرِ حج صبح کے وقت میں بالکل اچانک ہوا تھا۔ استاذ جی رحمہ اللہ... وہ رُودادِ مہر و وفا بار بار بیان فرماتے اور پرنم آنکھوں سے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا قصہ سنایا کرتے تھے۔ جب استاذ جی کو ان کے آبائی گاؤں 'زروبی' میں سپرد خاک کر کے حقانیہ واپسی پر مَیں اور مفتی شوکت علی حقانی صاحب استاذِ حدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ مفتی سیف اللہ صاحب سے ملنے گئے، تو انہوں نے بڑے پُرسوز لہجے میں گویا ایک اندوہ ناک واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے گویا خبردار کیا کہ: ''آپ لوگوں کو کچھ اس کی خبر بھی ہے کہ آپ صرف ایک انسان کو نہیں ... بلکہ ایک استاذ، ایک شیخ الحدیث، ایک مؤرخ، ایک شاعر، ایک ادیب، ایک مجاہد اور ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منوں مٹی تلے پنہاں کر آئے ہو۔ آہ! ایک عظیم ہستی دنیا سے اوجھل کر دی گئی ہے!!!'' میں سمجھتا ہوں کہ فانؔی صاحب کے عشقِ مصطفیٰ کی ایک ننھی سی جھلک دیکھنے کے لیے اُن ہی کے اشعار کا ایک مختصر سا حصہ ملاحظہ کرنا چاہیے۔ لیجیے...

جمیل و نازنیں تم ہو، حسینوں کے حسیں تم ہو — اُجالے جس سے پھُوٹے ہیں، وہ مہ تابِ مبیں تم ہو
گنہ گاروں کا ہوگا آسرا، جو روزِ محشر میں — وہ ختم المرسلیں تم ہو، شفیع المذنبیں تم ہو
تمھی پہ ناز ہے ساری خدائی کو حضورِ ما — سراپا رحمتِ کون و مکاں ،اے مہ جبیں تم ہو
ہوئے رشکِ عدن جس سے، حجاز و نجد کے ذرّے — وہ حسنِ سَرمدی تم ہو، وہ نورِ اوّلیں تم ہو
خدا نے دیا ہے معجزہ آیاتِ قرآن کا — شبِ معراج میں وہ مُحرمِ اسرارِ دیں تم ہو
صفا کی جلوتوں میں زمزمے توحید کے گونجے — حرا کی خاموشی میں واہ! وہ خلوت نشیں تم ہو
زبانِ فانؔی عاجز ہے ، تیری مدح سے قاصر — خدا کے بعد بس اِک رحمۃ اللعالمیں تم ہو

استاذ جی کا یہی وہ عشق اور خصوصیات تھیں، جن کی وجہ سے تمام طلباء اور اساتذہ فانؔی صاحب کا تہہ دل سے بے حد احترام کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ فانؔی صاحب 'کتاب خواں' ہونے کے ساتھ ساتھ ایک 'صاحبِ کتاب' بھی تھے، اسی طرح آپ کے ایمانی بحر کی موجوں میں ایک اضطراب بھی تھا۔ اسی اضطراب کی بدولت وہ ایک مجاہدانہ مزاج کے حامل انسان بھی تھے۔ جہاد اور مجاہدین سے ٹوٹ کر محبت کرنا ان کی گُھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ استاذ جی کے سعادت مند شاگردوں میں بہت سارے مجاہدین بھی ہیں، جو اکثر آپ کی مجلس میں حاضر

ہوتے اور مفید مشورے لیتے تھے۔ امت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے ذاتی انداز جہاں بانیاور نظام اقتصادیعنی جس خلافتِ راشدہ میں پنہاں ہے...اُسی کی ایک سنہری کڑی ''امارتِ اسلامیہ افغانستان'' کے روشن دنوں میں استاذ جی نے افغانستان کا سفراور مجاہدین کے محاذوں کا باقاعدہ دورہ کیا اور امیر المومنین ملامحمد عمر مجاہد حفظہ اللہ سے شرفِ ملاقات بھی حاصل فرمایا تھا۔ نامور کمانڈر امیر المجاہدین مولانا جلال الدین حقانی صاحب مدظلہ العالیہ، فانؔی صاحب کے بلند رتبہ استاذ تھے۔ آپ اکثر ان کا تذکرہ فرماتے اور ہر درس کے بعد اور دیگر مواقع پر بھی مجاہدینِ فی سبیل اللہ کے لیے خصوصی دعا فرمایا کرتے تھے۔استاذ جی کو جب کبھی بھی مجاہدین کی فتح یا کسی کامیاب حملے کی خبر ملتی، تو خوشی سے نہال ہوجاتے اور ہمیں دعائیں دینے کے ساتھ اپنی تمنائے دل کا اظہار فرماتے کہ: ''جب بھی کوئی ایسی بات ہو، تو مجھے ضرور بتایا کرو۔'' آپ ہسپتال میں بیماری کے دوران بھی مجاہدین کے احوال پوچھتے رہے اور ان کی کامیابی کے لیے اپنے مجیب الدعوات ربِ کائنات کے حضور دعائیں مانگتے تھے۔ گویا ان کا حال یہ تھا...

ہوتا ہے اثر، اُن کی دعاؤں میں یقیناً   غازی کی دعا لو اور کبھی غازی کو دعا دو

آپ لیلائے شہادت کے حصول کی بھی بہت دعائیں مانگا کرتے تھے۔استاذ جی ایک دفعہ ہسپتال میں بہت زیادہ روئے۔ جب ہم نے وجہ پوچھی، تو آپ نے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں شوقِ شہادت کی دبی چنگاری سے پیدا ہونے والا داغِ جگر دکھاتے ہوئے فرمایا: کہ ''کاش! اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمادے۔''

استاذ جی کی ذاتی زندگی:

استاذ جی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے فقیرانہ طرزِ حیات کے قائل تھے۔ آپ دارالعلوم کی طرف سے دیے گئے ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش پذیر تھے اور جامعہ کی طرف سے دیے جانے والے مختصر سے ''حق الزحمۃ'' پر گزارا کرتے تھے۔ سادہ مزاجی اور بے تکلفی استاذ جی کے قلندرانہ مزاج کی وہ خصوصیات تھیں، جنھوں نے آپ کو اس بات پر ڈٹے رہنے پر بہت معاونت فراہم کی کہ 'دنیا سے خوشی ایک بھی لمحہ کا نہیں مانگنا چاہیے۔ کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ یہ وہ قرض ہوتا ہے، جسے اتارنے میں آدمی کی ایک عمر صرف ہوجایا کرتی ہے۔' گھر کے اندر ایک چھوٹی سی اور سادہ سی بیٹھک تھی، جو استاذ جی کا دارالمطالعہ بھی تھی۔ آپ کی عظیم ہستی اسی بیٹھک میں بیٹھ کر 'رشتۂ کتاب وقلم' میں مگن رہتی تھی۔ اور بلاشبہ یہ دو شعر آپ کی اس 'قلمی رشتہ داری' کے بلند مقصد کو عیاں کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے...

قلم کی دھار سے شمشیر اور خنجر بناتا ہوں   میں کاغذ کی سیاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں

میرے افکار میں ہر خواب کی تعبیر ہے   میں اِن افکار سے حالات بہتر بناتا ہوں

گھریلو اقتصادی مشکلات کے باوجود ہم نے کبھی استاذ جی سے دینوی بات سنی اور نہ ہی کبھی ان کے

چہرے پر اس کے آثار نمایاں ہوئے ہیں۔ پھر بھی کچھ نہ ہونے کے باوجود نصرتِ خداوندی ہی کے بھروسے پر آپ غریب طلباء سے حتی المقدور مالی تعاون فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے عنایت فرمارکھے تھے۔ آپ نے دونوں کو علمِ دین سیکھنے میں لگادیا تھا۔ استاذ جی کی مجلس میں بہت بڑے بڑے لوگ آتے تھے اور آپ کے بہت زیادہ سیاسی تعلقات تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی بھی اُن سے کوئی دینوی یا سیاسی فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ وہ درحقیقت دنیا میں 'کُنْ فِی الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیْب اَوْ عَابِرُ سَبِیْل' کے حقیقی مصداق تھے۔

رحلت:

آپ گردوں کی شدید بیماری کے باعث ایک مہینہ 'حیات آباد کمپلیکس پشاور' میں زیر علاج رہے، لیکن وقتِ اجل کے آ پہنچنے کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ یقیناً ایسی ہی بزرگ ہستیوں کے بارے میں کسی مقام شناس شاعر نے کہہ رکھا ہے...

اگر یہ مانتے ہو موتِ عالِم، موتِ عالَم ہے
تو موتِ مرشدِ کامل کا بولو، نام کیا ہو گا؟

☆ ☆ ☆

وہ بچھڑا تو اٹھا دنیائے دل سے
خیالِ زندگانی کا جنازہ
یہ دیکھو بھی ذرا بردوش تقدیر
محبت کی جوانی کا جنازہ

بہت ہی دھوم سے نکلا ستم ہے
حیاتِ جاودانی کا جنازہ
عجب دیکھا فلک نے یہ تماشا
یہ قبل از مرگ فانؔی کا جنازہ

(فانؔی)

مولانا عطیف الرحمٰن یوسفزئی

خزینۂ علم و دانش

اللہ تبارک وتعالی جہاں انبیا کرام کا سلسلہ جاری فرما کر انسانیت پر انعام کیا وہاں نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیین مبعوث فرما کر اس امت پر احسان عظیم فرمایا۔ پہلے انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات ایک دوسرے کی جگہ لے لیتے تھے جیسا کہ حدیث: کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء سے ظاہر ہے،لیکن آپ علیہ السلام کی ذات گرامی انبیا کے سلسلے کی آخری کڑی ہے،قرآن کی متعدد آیات اور کئی احادیث مبارکہ اس پر دال ہیں یہی وجہ ہے کہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے علما کو انبیا کا وارث اور جانشین قرار دیا۔

علما ربانیین نے زندگی کے ہر شعبہ میں امت کی رہنمائی فرمائی اور صحیح معنوں میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد بہترین نمونہ کا کردار ادا کیا،ان میں ایک نام شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی رحمہ اللہ کا ہے۔

دریائے سندھ کے دائیں کنارے آباد قدیم،تاریخی قصبہ زروبی ضلع صوابی میں یوسف زئی قبیلے کے ایک ممتاز علمی خانوادے میں آنکھ کھولی، فانی صاحب کے خاندان کو معاشرے میں ممتاز مقام حاصل ہے اندرون و بیرون ملک علمی وادبی اور سیاسی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے آپ کے آباء اجداد صدیوں سے علم و دانش کی شمعیں روشن کیئے ہوئے ہیں جن سے ایک دنیا فیض یاب ہو چکی ہے‘ والد گرامی امام المتکلمین شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ فاضل دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ایک چچا مولانا عبدالحکیم پشاوری ثم زروبوی رحمہ اللہ امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے دست راست اور فتنہ ارتداد کیلئے تیغ بے نیام تھے۔جنکی انتھک جدوجہد اور حق گوئی سے علاقہ بھر میں مرزائیت نے دم توڑ دیا تھا۔

فانی صاحب رحمہ اللہ اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے۔آپ خداداد صلاحیتوں کے

---

* فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

مالک تھے۔اللہ تعالی نے آپ کو قوی حافظہ اور بیش بہا صلاحیتوں سے نوازا تھا۔علوم وفنون میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔دارالعلوم حقانیہ میں تقریبا ہرفن سے متعلق کتب آپ کے زیر درس رہیں۔تصنیف وتالیف میں ملکہ حاصل تھا چار زبانوں کے فی البدیہ شاعر تھے۔پشتو،اردو،عربی اور فارسی پر یکساں عبور رکھتے تھے۔مختلف موضوعات پر آپ کے کئی مقالے اور مضامین اخبارات اور رسائل کی زینت بن چکے ہیں،آپ کے علمی،تحقیقی شہ پارے اور چار زبانوں میں شعری مجموعے کتابی شکل میں منظر عام پر آچکے ہیں۔

آپکی علمی،ادبی،تصنیفی،تحقیقی کاوشوں اور فن خطابت کو دیکھ کر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد آتی ہے،آپکی فکر شاہ ولی اللہ،عبیداللہ سندھی،شیخ الہند اور حضرت مدنی کی یاد دلاتی ہے،مسند حدیث پر اپنے عظیم والد کے حقیقی جانشین نظر آتے ہیں،ادبیات ولسانیات میں ابوالحسن ندوی،علامہ اقبال،احمد فراز،خوشحال خان خٹک اور عبدالرحمٰن بابا کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔اعتدال پسندی اور میانہ روی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔تواضع،عاجزی اور انکساری کا پیکر تھے،انتہائی شفیق اور طلبا سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے،نادار اور ضرورتمند طلبا کی مالی معاونت بھی فرمایا کرتے تھے۔

عیدین پر اپنے محلے کی تاریخی جامع مسجد میں خطبہ بھی دیا کرتے تھے۔تین سال تک آپ نے مفتی أعظم محمد فرید نوراللہ مرقدہ کی نگرانی میں افتا کی تمرین کی۔چاروں فقہی مذاہب کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔مہمانوں سے فراغت ملتی تو راقم کی آپ کے ساتھ خصوصی نشست کافی دیر تک چلتی۔اور مختلف موضوعات زیر بحث آتے۔جمہور کے ساتھ چلتے ہوئے اپنی الگ مجتہدانہ اور مدلل رائے بھی رکھتے تھے۔لیکن عام نشستوں میں اسکا اظہار نہیں فرماتے تھے۔

عظیم علمی خانوادے کا یہ چشم و چراغ کہنہ مشق مدرس مفسر قرآن محدث العصر فقیہ ملت محقق دوراں شاعر فی البدیہ ادیب باکمال مصنف اور خزینہ علم و دانش 25اور 26فروری 2014 کی درمیانی شب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہمیں الوداع کہہ گیا۔

☆ ☆ ☆

کوچے میں پڑے ہیں ترے عشاق ہزاروں
بس ان میں ترا فانؔی دلگیر نمایاں
(فانؔی)

محمد اسلام حقانی*

فطرت کے شاعر

اچھی اور سچی شاعری ایک سعادت ہے اور فطری ملکہ جو صرف ''زورِ بازو'' سے ممکن نہیں بلکہ اس کیلئے قدرتی ذہانت، صلاحیت اور استعداد کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؔ ایک پختہ مشق شاعر تھے۔ان کی غزلوں کے کئی مجموعے اردو، پشتو، فارسی اور عربی میں شائع ہوئے ہیں۔ان کی شاعری میں خوبصورت لفظوں کا سحر وطلسم تو ہے ہی لیکن جس طرح پھولوں کو گوندھ کر گجرا یا مالا بنائی جاتی ہے،اس طرح فانی صاحبؒ اپنے احساسات اور خیالات کو پیارے پیارے لفظوں میں سلیقے اور قرینے سے سجاتے ہیں۔غزل گوئی میں فانی صاحب نے شاعری کی کلاسیکی روایت سے رشتہ مستحکم اور برقرار رکھا ہے، اسلوب اور طرزِ ادب میں بھی ان کے یہاں بادۂ شبانہ کی سرمستیاں ہیں اور نمودسحر کا عمل خوابناک اور نشہ بیز وادیوں میں سفر کررہا ہے۔عشق ورومان ان کا پسندیدہ موضوع ہے۔وصل کا حظ بھی ہے اور ہجر کا کرب بھی،محبوب کی خوش التفائی بھی ہے اور بے مروتی بھی ۔

محفل صاحبِ لاں میں دلکشا کوئی نہ تھا	اہل زر کے دیس میں دردآشنا کوئی نہ تھا
طعنہ ہائے مگر ہی ہم سہ رہے تھے رات بھر	راہ پر جب آگئے تو رہنما کوئی نہ تھا
ہم تڑپتے رہ گئے نقشِ کف پا کے لئے	جانبِ منزل مگر اک راستہ کوئی نہ تھا
چل دیئے سوئے بیاباں جب جنونِ شوق میں	وسعت صحرا میں کوسوں دوسرا کوئی نہ تھا
دیکھ لی ہیں خلوتوں میں جلوتوں کی لذتیں	شامِ غم کی تیرگی میں ہم نوا کوئی نہ تھا

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں ۔

خون ہوا پروانوں کا شمع کے دیوانوں کا
میرے دل کا حال نہ پوچھو لاشہ ہے ارمانوں کا

فانی صاحبؒ کی شاعری میں شادکامیاں بھی ہیں اور محرومیاں بھی۔الغرض،عشق جن تجرباتی مراحل سے گزرتا ہے ان کا بھرپور ادراک ان غزلوں میں درآیا ہے ۔

---

* رفیق موتمر المصنفین

وہ تبسم زیرِلب وہ خندہ پیشانی نہیں ہم پہ اب لطف وکرم کی وہ فراوانی نہیں
آج پژمردہ ہے کیوں وہ میرا لیلائے حسیں عکس مہتابی ہیں اللہ! نورتابانی نہیں
میرے دل پر دردوغم کا رقصِ سیمابی تو دیکھ گوکہ چہرے سے عیاں میرے پریشانی نہیں
کتنے دل ہیں تیرے عارض زلف وکامل کے اسیر پھر بھی کہتے ہیں میرا کوئی بھی زندانی نہیں
ہرکوئی کہتاہے وہ معصوم صورت دیکھ کر یہ فرشتہ ہے کوئی یہ شکل انسانی نہیں

اس انداز کی شاعری جب قاری اور سامع پر نازل ہوتی ہے تو اس سے بھی ایسے جزیرہ ہائے خواب میں پہنچا دیتی ہے، جہاں راحت کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور آسودگی کی پھوار پڑرہی ہے لیکن ان جزیروں کی حدود میں بعض تپتے مقامات بھی آتے ہیں جہاں سیرابی تشنگی میں اورطرب کرب میں بدل جاتا ہے۔فانی صاحبؒ نے فن کے تمام تلازمات کے ساتھ نہایت سلیقہ مندی کا برتاؤ کیا ۔

بدلیں گے انداز تیرے یہ کبھی سوچا نہ تھا دل نے اے جانِ تمنا یہ ستم دیکھا نہ تھا
تجھ سے کیوں دور ہوجاؤں کہیں گے کیا یہ لوگ چاند تھا لیکن قریب اس کے کوئی تارانہیں تھا
کس کو ہم آخر سناتے قصۂ سوزِ جگر تھی بھری محفل مگر اک بھی جگر والا نہ تھا

واقعہ یہ ہے کہ فانی صاحبؒ کا سہارا کلام ان کے حسن طبیعت کا آئینہ دار ہے۔ان کے غزلوں میں خواہ وہ کسی بھی زبان میں ہو خودشناسی، خداشناسی اور کائنات شناسی کے وہ عناصر ثلاثہ موجود ہیں جوادب کی تخلیق کرتے ہیں۔اساتذۂفن کی قدر اور احترام کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور اپنی انفرادیت کے مدعی بھی ہیں ایک غزل کے چنداشعار ملاحظہ ہوں ۔

روز و شب کرتا ہوں تیرا وردِ نام یہ محبت کی نشانی اور ہے
زندہ ہوں لیکن شہید عشق بھی یہ حیاتِ جاودانی اور ہے
ہوں مرید میرؔ و غالبؔ شعر میں پھر بھی لیکن رنگِ فانی اور ہے

فانی صاحب کی غزل میں اظہار وبیان کا ایک نیا رنگ ملتاہے ان کا اسلوبِ بیاں سادہ وپرتاثیر ہے۔گل تر کی تازہ اور بھینی بھینی خوشبو کی مانندان کا کلام دل پر اثر انداز ہوتا ہے ملاحظہ ہو ۔

رہ الفت میں گوہم پر بہت مشکل مقام آئے نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا
زمانہ ہوگیا بچھڑا ہے وہ فانؔی مگر میری تمنا میں نہ فرق آیا نہ حال دل ذرا بدلا

فانؔی صاحبؒ نے دیگر شعراء کی زمین پر بھی غزلیں لکھیں جن میں حضرت امیر خسروؒ کی زمین ۔

بہر سو رقص چشمِ حور شب جائیکہ من بودم

پر بھی ایک غزل لکھی جس کے چند مصرعے نذرِ قارئین ہیں ۔

بہر سو رقص چشمِ حور شب جائیکہ من بودم ہر اک واران کا تھا بھرپور شب جائیکہ من بودم
نگاہِ ناز سے لبریز پیمانے پیے ہم نے رہی دنیائے دل مخمورِ شب جائیکہ من بودم
تجلی ہی تجلی تھی خوشاوہ محفل ومنظر ترا جلوہ چراغِ طور شب جائیکہ من بودم
رُخ زیبائے شمع پر فنا ہوتے تھے پروانے رہی بزم وفا معمورِ شب جائیکہ من بودم
ہر اک محوتماشائے جمال یار تھا فاؔنی بنی محفل سراپا نور شب جائیکہ من بودم

فاؔنی کو حمد، نعت، غزل، نظم، قطعات، مسدس غرض شاعری کے تمام اصناف پر مکمل عبور حاصل تھا، ان کے کسی ایک غزل کو شروع کرو تو آخر تک ہی پڑھتے جاؤ گے ان کا ایک ایک شعر منتخب شدہ ہوتا ہے۔ فاؔنی صاحبؒ کے اردو کلام کے مجموعہ نالۂ زار ہی سے یہ انتخاب کیا گیا ہے۔عربی، فارسی، اور پشتو کے کلام پر اگر کوئی صاحبِ ذوق کام کرے تو مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، روائع اقبال (نقوش اقبال) کی طرح ''نقوشِ فاؔنی'' لکھ سکتا ہے۔ فانی صاحبؒ کی شاعری ادب کا بہترین نمونہ ہے۔اپنی علمی، ادبی خدمات کی بدولت وہ رہتی دنیا تک لافاؔنی کہلائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فاؔنی صاحبؒ کی تمام علمی اور ادبی خدمات کو قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور فاؔنی صاحبؒ کے درجاتِ عالیہ کا سبب بنائیں۔آمین

فانی صاحبؒ کے چند اشعار پر اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں ۔

ساقیا نظریں ملا میں پھر نہ شاید آ سکوں آج جی بھر کے پلا میں پھر نہ شاید آسکوں
اس قدر محرومیاں اپنے مقدر میں رہیں کچھ نہیں ان سے گلہ میں پھر نہ شاید آسکوں
آج وہ اپنی وفائیں یاد آتی ہیں مجھے کیا دیا ان کا صلہ میں پھر نہ شاید آسکوں
اپنی وقعت کا تمہیں فاؔنی تو اندازہ ہوا اب نہ اتنا دل جلا میں پھر نہ شاید آسکوں

☆ ☆ ☆

نہیں ملتا کہیں اے جانِ فاؔنی
یہ نسخہ ضبط کا لاؤں کہاں سے
(فاؔنی)

محمد زین العابدین*

اخبارات میں تعزیتی شذرات

روزنامہ اسلام:

ملک کے ممتاز دِینی اِدارہ دارُالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اُستاذ الحدیث، معروف عالمِ دین، شاعر اور اِدیب مولانا محمد ابراہیم فانی بدھ کی صبح پشاور میں مختصر علالت کے بعد انتقال کرگئے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ اُن کی نمازِ جنازہ مولانا انوار الحق نے پڑھائی، جس میں علماء کرام، طلباء، سیاسی و مذہبی شخصیات اور عمائدینِ علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع پر دارُالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے مرحوم کی علمی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ بعدازاں اُنہیں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

مولانا محمد ابراہیم فانی ایک قابل و تجربہ کار مدرّس اور دِینی حلقوں کے جانے پہچانے شاعر اور اِدیب بھی تھے۔ اُن کا کلام ملک کے مؤقر دِینی جرائد میں شائع ہوتا تھا اور وہ بیک وقت عربی، فارسی، اُردو اور پشتو کے قادِرالکلام شاعر تھے۔ مولانا فانی کے متعدّد شعری مجموعے چھپ چکے ہیں اور سوانح نگاری میں بھی اُن کا ایک نام تھا۔ مولانا فانی کی رحلت ملک کے دینی و علمی حلقوں کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے، اُن کی علمی و ادبی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔

مولانا محمد ابراہیم فانی نے پوری زندگی اِسلامی علوم و فنون کی تدریس کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں اور محنت و لگن کے باعث دارُالعلوم حقانیہ جیسے ممتاز دینی اِدارے کی مسندِ حدیث پر فائز ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد ابراہیم فانی کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۲۷ رفروری ۲۰۱۴ء)

روزنامہ آج: آبائی گاؤں زروبی صوابی میں سپردِ خاک، نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت

ملک کے ممتاز عالمِ دین اور دارُالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مدرّس مولانا محمد ابراہیم فانی مختصر علالت کے بعد اِنتقال کرگئے۔ اُن کی نمازِ جنازہ بدھ کے روز دارُ العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور بعد ازاں سہ پہر تین بجے موضع زروبی ضلع صوابی میں ادا کی گئی، جس میں جید علماء کرام، ہزاروں شاگرد، سیاسی و مذہبی شخصیات، عمائدینِ علاقہ اور دوست و احباب نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم کے والدِ محترم مولانا عبدالحلیم مرحوم بھی دارُالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مدرس رہ چکے ہیں، وہ فاضل دیوبند اور جیّد عالمِ دین تھے، مولانا محمد ابراہیم فانی عالمِ دین ہونے کے علاوہ ایک مفکر، دانش ور، ادیب اور شاعر بھی تھے، اُنہیں چار زبانوں عربی، فارسی اور پشتو پر روانی سے عبور حاصل تھا۔ جب کہ اُنہوں نے اِن زبانوں میں کئی دینی کتابیں بھی تحریر کی ہیں مرحوم نے اپنے پیچھے دو بیٹے، ایک بیٹی اور بیوہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ جب کہ محمد اسمٰعیل اور عبدالحفیظ ان کے بھائی تھے۔

(روزنامہ آج پشاور ۲۷ رفروری ۲۰۱۴ء)

* مدرس مدرسہ امام ابو یوسف کراچی